www.emarsiya.com

نصیر بنارسی

حسینؑ کی ذات و صفات

(۱)
گل کی پھبن چمن کی تر و تازگی سے ہے — دلکی جلا نوازشِ خود آگہی سے ہے
تزئینِ قافلۂ حسن و جمالِ بشری سے ہے — اس خاکداں کی تاب و تواں آدمی سے ہے
گردوں پہ رقصِ شمس و قمر آدمی سے ہے
نور و ظہورِ شام و سحر آدمی سے ہے

(۲)
لیکن ہے اپنی فکر کا یہ آدمی اسیر — مغلوبِ آرزو ہے کہیں مطمئن فقیر؟
بے زر کبھی سخی ہے تو بے فیض ہے امیر — پیوند ہی میں خوش تو کہیں زیبِ تن حریر
نیرنگیاں یہ دہر کی عبرت نگار ہیں؟
آسودگی کی فکر میں روحیں فگار ہیں

(۳)
حق کی تلاش میں ہے یہی آدمی رواں — دل کا سکوں ڈھونڈ رہا ہے بشر یہاں
لیکن وہ چیز جس سے کہ انساں ہو شادماں — اے دوست وہ نصیب ہے انساں کو کہاں
اک گوشۂ سکوں کی ہے انساں کو آرزو
ہندو کو آرزو ہے مسلماں کو آرزو!

www.emarsiya.com

ہے صلح و آشتی و اخوت کی جستجو — اُلفت کی راستی و مروت کی جستجو
کس کو نہیں ہے شوکت و عظمت کی جستجو (۴) — اِک طرزِ نو، طریقِ شرافت کی جستجو
حیران و سرگراں ہیں اسی فکر میں سبھی
مشغول روز و شب ہیں اسی فکر میں سبھی

سمجھا ہے کوئی دولتِ دُنیا کو نقدِ جاں — ایماں ہے کسی کا زبردستیوں پہ یاں
حرص و ہوا و ظلم سے معمور ہے جہاں (۵) — اِنسان خود ہے اپنی ہی حالت پہ نوحہ خواں
اپنے سے دور سمجھا ہے نقدِ حیات کو
گم کرچکا ہے آپ ہی راہِ نجات کو

اِک بحرِ بیکراں ہے تسلسل حیات کا — مِلتا ہے آشتی کا نہ رستہ نجات کا
درپیش ہو بشر کو سفر جیسے رات کا (۶) — اِنساں اُدھر چلا ہے جو گھر ہے ممات کا
حیراں ہے آدمی کہ کدھر جائے کیا کرے
قدروں کا ساتھ دے کہ گزر جائے کیا کرے

لیکن وہ مرسلین جو دُنیا میں آئے تھے — پیغام ایک سب متواتر سُنا گئے
اِنسانیت کے درد کا مرہم کہیں جسے (۷) — وہ صرف باطنی ہی شرافت کا نام ہے
درمانِ اضطرابِ بشر مال و زر نہیں
جز آبروئے نفس کوئی چارہ گر نہیں

قدریں ہیں آدمی کے لئے وجہِ افتخار — پیدا اسی سے گلشنِ ہستی میں ہے بہار
دُنیا کی رہگذر میں اسی کا ہے اعتبار (۸) — عقبیٰ کی سُرخروئی ہے کردار کا نکھار
اِسکی ضیا سے قلبِ بشر تابناک ہے
اِسکے بغیر قلب و نظر سر بہ خاک ہے

www.emarsiya.com

(۹)
قدریں ہیں دین کے فیض سے ہر دل میں جاگزیں — مذہب ہے آدمی کے کمالات کا امیں
تابندہ اسکے فیض سے انساں کی ہے جبیں — اسکے بغیر نقد و نظر معتبر نہیں
میزان ہے یہ کذب و صداقت کے درمیاں
دیوار ہے یہ درد و شقاوت کے درمیاں

(۱۰)
اقدارِ علم و فہم و فراست، خود آگہی — مہر و وفا و صدق و صفا، صلح و آشتی
درد آشنائی، مرحمت، انسان دوستی — عنقا یہ خوبیاں ہوں تو مر جائے آدمی
حامل انہی صفات کا دینِ مبین ہے
سرمایۂ بقائے بشر کا امین ہے

(۱۱)
یہ دین اور اس کو تباہی کا سامنا — اے دوستو! یہ وقت بھی اُمت پہ آپڑا
اک بادشاہِ وقت کہ تھا بانیِ جفا — تھا جو نہ حق شناس نہ مذہب سے آشنا
نخوت سے چور، چیرہ دل، بد سرشت تھا
جابر، امیر، پیکرِ اعمالِ زشت تھا

(۱۲)
حالت تھی اہلِ دیں کی عجب زار و دل خراش — ظالم کے ہاتھ میں ہی اُمت تھی مثلِ نعش
اقدار و آگہی کے منارے تھے پاش پاش — پردہ یزیدِ شام کا اب ہو چکا تھا فاش
اس موڑ پر حسینؑ نہ بڑھتے تو ظلم تھا
حق کے لئے حسینؑ نہ لڑتے تو ظلم تھا

(۱۳)
کوئی نہ تھا سوائے حسینؑ فلک وقار — دامن کو ظلم و جور کے کرتا جو تار تار
سہما ہوا تھا خوف سے ہر کوچہ و دیار — بدمست تھا غرورِ امارت سے شہریار
جرأت نہ تھی کسی میں کہ لب کھولتا کوئی
حسرت یہ گوشِ وقت کو تھی بولتا کوئی

www.emarsiya.com

روکا تو بس حسین نے روکا یزید کو — باطل کی بے نوائی پہ ٹوکا یزید کو
تھا گرچہ اپنی جاہ کا دھوکا یزید کو — بادِ فنا کا لے گیا جھونکا یزید کو (۱۴)
باطل کو بیخ و بن سے اکھاڑا حسین نے
رایتِ دلِ مومنیں دین کا گاڑا حسین نے

مکھڑے پہ اُس جبیں کے زرِ آسماں فدا — خاکِ قدم پہ سیم و زرِ کہکشاں فدا
عارض پہ صبح و شام کا رنگیں سماں فدا — خستہ تنی پہ جان و دلِ دوستاں فدا (۱۵)
شبیر تم ہی باعثِ تزئینِ دیں ہوئے
اقدار و اعتبارِ بشر کے امیں ہوئے

تجھ پر یہ دل بھی جان بھی پیارا نثار ہے — زہرہ کا اوج سطوتِ دارا نثار ہے
تیری جبیں پہ صبح کا تارا نثار ہے — سب جان و مال و کنبہ ہمارا نثار ہے (۱۶)
قربان تیرے عزم کے ایثار کے نثار
تیرے غریب عابدِ بیمار کے نثار

ہر پھول نذر۔ رونقِ فصلِ بہار نذر — گلزار نذر۔ رنگِ شفق۔ لالہ زار نذر
اکبر کی خوشنوائی پہ صوتِ ہزار نذر — جاں نذر ایک بار نہیں بار بار نذر (۱۷)
یہ شاعری مری ترے قدموں کی دھول ہے
لاؤں کہاں سے نذر کے لائق جو پھول ہے

پھولوں کا رس، صبا کی روانی، نقش کا رم — خوشبوئے گل، حلاوتِ شہد و صفائے یم
رُخ پر گلوں کے اوس سے پیدا دھنک کا نم — رنگِ شفق، نکھارِ فضاؤں کا صبح دم (۱۸)
سب تازگی سمیٹ کے فصلِ بہار کی
خدمت میں نذر دوں گا شہِ والا تبار کی

(۱۹)

مولا مدد کا وقت ہے میں کم سواد ہوں — مدّاحِ آلِ پاک ہوں بس اس میں شاد ہوں
تحسین کا مستحق، نہ سزاوارِ داد ہوں — کافی ہے یہ شرف کہ تمہیں بھی میں یاد ہوں
یہ مرثیہ حقیر کا مولا قبول ہو
وجہِ سکونِ قلبِ جنابِ بتول ہو!

(۲۰)

دل کی پکار ہے کہ نیا مرثیہ لکھوں — عزم و صفات و ذات کا اِک تذکرہ لکھوں
جو کچھ بھی واقعہ ہے اُسے برملا لکھوں — حالِ مصیبتِ شہِ ارض و سما لکھوں
لکھوں لہو سے دل کے وہ روداد ظلم کی
آباد ہے دلوں میں ابھی یاد ظلم کی

(۲۱)

تم کو پکارتا ہے لہو اُس شہید کا — جس نے ملایا خاک میں منشائے یزید کا
محکم کیا پیام کلامِ مجید کا — روشن کیا چراغ دلوں میں اُمید کا
سُرخی شہیدِ پاک کے خوں کی اَمر ہے
آراستہ دلوں میں یہ داغِ جگر ہے

(۲۲)

ہاں اس شہیدِ پاک کا خوں رائیگاں نہیں — اس غم میں کس کی آنکھ ہے جو خوں فشاں نہیں
کردارسازِ غم ہے، فقط ہچکیاں نہیں — یہ درسِ کربلا ہے کوئی داستاں نہیں
سیرت کا ہے نکھار اسی کے فروغ سے
ہے دین کی بہار اسی کے فروغ سے

(۲۳)

کیا کیا ہوئے نہ ظلم شہِ مشرقین پر — جانِ بتولؑ، قلبِ محمدؐ کے چین پر
آرامِ جانِ فاتحِ بدر و حنین پر — بس مختصر یہ ہے کہ تمہارے حسینؑ پر
دُنیا گواہ ہے کہ عجب سانحہ ہوا!
یکتائے روزگار تھا یہ واقعہ ہوا!

www.emarsiya.com

جابر سے جب حسینؑ نبرد آزما ہوئے
کن کن مصیبتوں میں نہیں مبتلا ہوئے
جو کچھ کہ ظلم تھے شہِ دیں پر روا ہوئے
باطل کی یورشوں میں مگر حق نوا ہوئے (۲۴)
سچائی کی پکار پہ موت اختیار کی
رکھ لی علیؑ کے لال نے لاج اعتبار کی

تجھ کو تو یاد ہوگا، اے میدانِ کربلا
جسکا لہو بہا لبِ ساحل وہ کون تھا
اک مردِ جانفروش تہہِ خنجرِ جفا
حق کی بقا کے واسطے جاں دیکے سو گیا (۲۵)
دنیائے حق نوائی کو بیدار کر گیا
جاں بخش دی حیات کو خود گرچہ مر گیا

اسلام اس حسینؑ کا ممنون ہے آجتک
خم روضۂ حسینؑ پہ گردوں ہے آجتک
باطل ہر ایک ظلم کا افسوں ہے آجتک
تابندہ خاکِ مقتلِ پُر خوں ہے آجتک (۲۶)
دنیائے حق نمائی کا محور حسینؑ ہیں
وجہِ دوامِ دینِ پیمبرؐ حسینؑ ہیں

ہر امتحاں میں کامل و اکمل حسینؑ ہیں
تاریکیٔ حیات میں مشعل حسینؑ ہیں
جبرِ یزیدِ شام کا مقتل حسینؑ ہیں
برسا جو عاصیوں پہ وہ بادل حسینؑ ہیں (۲۷)
کشتِ حیاتِ آدمِ خاکی کا رنگ ہیں
بیدار جس سے بخت ہوں ایسی اُمنگ ہیں

دریا ستم کا اُمڈا ہوا تھا فرات پر
چاروں طرف تھا شام کا سایہ فرات پر
فاسق کو دیں پناہی کا دعویٰ فرات پر
اسلام بن گیا تھا تماشا فرات پر (۲۸)
اعدا مُصر تھے عظمتِ اوہام کے لئے
شبیرؑ اٹھ کھڑے ہوئے اسلام کے لئے

www.emarsiya.com

(۲۹)

شاہی تھی ہر طریقۂ اسلام کے خلاف
انسانیت کی ہر روشِ عام کے خلاف
عدل و شرافت و شرف و نام کے خلاف
دینِ نبیؐ، رسولؐ کے پیغام کے خلاف
زیر و زبر ہو۔ تا کہ نہ بستی حیات کی
جاں دے کے تشنہ نے راہ بدل دی فرات کی

(۳۰)

اس عزم سے حسینؑ نے باندھا سفر کا رخت
باقی رہے گا دین کہ حاوی رہے گا تخت!
دکھلائے لاکھ گردشِ دوراں ہمارا بخت
نذرِ رسولؐ ہو گئے جگر پارے لخت لخت
اسلام کا سفینہ نکالیں گے سیل سے
گنجینۂ رسولؐ بچالیں گے سیل سے

(۳۱)

یہ کہہ کے پھر حسینؑ بڑھے کربلا کی سمت
خود صید بڑھ کے آگیا دستِ قضا کی سمت
جانِ خضر بڑھا رہِ آبِ بقا کی سمت
رشکِ مسیحؑ آگیا خاکِ شفا کی سمت
اس شان سے نزولِ امامِ مبیں ہوا!
کبرِ یزید شرم سے گوشہ نشیں ہوا

(۳۲)

روباہِ شام ایک طرف، ببر اک طرف
بنجر زمین ایک طرف، ابر اک طرف
شاہی کا جبر ایک طرف، صبر اک طرف
نورِ خلیل ایک طرف، گبر اک طرف
دونوں میں کیا تضاد و تفاوت تھا الاماں
جیسے زمیں سے دور بہت دور آسماں

(۳۳)

روزِ دہم تھا ماہِ محرم کا آہ آہ!
جب قافلہ حسینؑ کا یکسر ہوا تباہ
وہ دیں پناہ کفر سے کرتا بھلا نباہ
دریائے خوں میں ڈوب گیا فاطمہؑ کا ماہ
لیکن فروغِ کفر مٹا کر ہی دم لیا
میدانِ حریت کو بزورِ ہمم لیا

www.emarsiya.com

(۳۴)
ہاں اے قلم رقم ہوں مضامینِ رزم و حرب — اس واقعے کی یاد نے تازہ کیا ہے کرب
عفریتِ اہرمن پہ وہ دستِ علی کی ضرب — کھلتا ہی رزمگاہ کا اب دیکھیے وہ درب
منظر ہے وسعتوں میں خزینہ لیے ہوئے
سب کائناتِ شہرِ مدینہ لیے ہوئے

(۳۵)
صبحِ مصافِ روزِ دہم کا ہوا ظہور — دشتِ بلا میں پھیلتا جاتا تھا سیلِ نور
جلادِ مہر کی ابھی آنکھوں میں تھا سرور — کرنوں کی برچھیاں تھیں تن آزاریوں سے دور
صحرا میں دلکشیِ سحر آشکار تھی
اس ریگزار میں ابھی فصلِ بہار تھی

(۳۶)
وہ نہرِ علقمہ ہے خطِ مرتعش نہیں — فوجِ یزید وہ ہے جہاں سبزۂ نمیں
وہ مختصر سا قافلہ محصور جس میں دیں — دریا سے دور خشک زمیں پہ ہے جاگزیں
سردار قافلے کا حسینؑ جلیل ہے
آمادۂ جہاد وہ جانِ خلیل ہے

(۳۷)
صحرا کی وسعتوں میں وہ دریا کا پیچ و خم — شبنم کے لطفِ خاص سے سطحِ زمیں تھی نم
بے داغ آسمان ہوا مثلِ موجِ یم — نکھری ہوئی فضا کی جھلا جھل وہ صبحدم
افسوں طلوعِ صبح کا اس ریگزار میں
سو ولولے جگائے دلِ بے قرار میں

(۳۸)
نمناک ریگزار، فضا بھی دھلی ہوئی — منظر دھلا ہوا تھا، ہوا بھی دھلی ہوئی
بامِ فلک دھلا ہوا، گیتی دھلی ہوئی — دریا بھی تھا دھلا ہوا، ریتی دھلی ہوئی
وقتِ سحر وہ دشت کے تیور نہ پوچھیے
کیا دلفریب ہوتا ہے منظر نہ پوچھیے

کرنوں کا آبجو میں وہ سیماب گھولنا
بادِ صبا کا موجوں کی گرہوں کو کھولنا
منھ پھوڑ کے حبابوں کے غنچوں کا بولنا (٣٩)
موتی کنارِ آب پہ موجوں کا رولنا
آب و ہوا و نور و روانی و نغمگی
کیا کیا بسی تھی نہر کے پانی میں زندگی

عاشور کی ہے صبح مگر جاں گداز صبح
جاں سوز صبح۔ محشر و فتنہ طراز صبح
لائی ہے کتنے ساتھ نشیب و فراز صبح (٤٠)
انجامِ کار بن گئی تاریخ ساز صبح
ہم پلّہ اس سحر کی جہاں میں سحر نہیں
بدفال سلکِ وقت میں ایسا گہر نہیں

اس دشت میں وہ فوجِ یزیدی کی دھوم دھام
وہ کثرتِ سپاہ وہ باجے وہ اژدہام!
وہ اشترانِ فوج وہ اسپانِ تیز گام (٤١)
سرہنگِ فوجِ زشت وہ سرمست و شادکام
کثرت تھی بے پناہ سپاہانِ شام کی
تیاریاں عروج پہ تھیں قتلِ عام کی

اور اس طرف وہ فوجِ حسینی برائے نام
کچھ اہلِ حق تھے ساتھ پئے نصرتِ امام
بچے جواں ضعیف سبھی زار و تشنہ کام (٤٢)
پر جرأتوں میں ان میں سے ہر ایک رشکِ سام
لاکھوں سے یوں جہاں میں بہتر لڑے نہیں
میداں میں جرأتوں کے علم یوں گڑے نہیں

تنہا تھے وقتِ عصر شہِ آسماں وقار
جھلسا ہوا تھا گرمی سے میدانِ کارزار
بھائی بھتیجے بھانجے احباب و جاں نثار (٤٣)
جانیں گنوا کے ہو گئے مقتل میں کامگار
اب نیّرِ کمالِ شہادت عیاں ہوا
جنگاہ میں وہ مہرِ امامت عیاں ہوا

www.emarsiya.com

رخصت ہوا جو اہلِ حرم سے وہ دیں پناہ — سب ختم ہو چکے تھے نہ باقی تھا کوئی آہ
تنہا حسینؑ تھے، وہی لشکر وہی سپاہ — (۴۴) — راہی بھی بیقرار تھا اور منتظر تھی راہ
صدق و صفا کی راہ میں راہی نکل پڑا
میدانِ حریت میں سپاہی نکل پڑا

آفات کے مہیب تلاطم میں تھے امامؑ — بھوک اور پیاس سے تھے حرم مضطرب تمام
پہنچا تھا ایک دانہ نہ پانی کا ایک جام — (۴۵) — نرغے میں ظلم و جور کے محصور تھے خیام
اس حال میں تھا جنگ کے میدان کا سامنا
کشتی کے ناخدا کو تھا طوفاں کا سامنا

فوجِ عدو کے سامنے پہنچا وہ ذی حشم — وہ افتخارِ دیںؑ وہ کرم گسترِ امم
اور اس کے سامنے تھا کھڑا لشکرِ ستم — (۴۶) — انسانیت کا سر تھا ندامت سے آج خم
غمناک و مضطرب تھے مناظر اداس سے
تکتا تھا منہ امامؑ کا سورج بھی پاس سے

لاکھوں تھے اشقیا شہِ صفدرؑ تو ایک تھے — پھر بھی ثبات و عزم کے جوہر دکھا دیئے
کشتوں کے پشتے لگ گئے اِک اِک سے سو گرے — (۴۷) — سب کو پھر ایک بار علیؑ یاد آ گئے
حق کر دیا ادا شہِ دیںؑ نے جہاد کا
زہراؑ کے شیر و سلسلۂ خوش نہاد کا

آخر ہجومِ ظلم میں یوں گھر گئے امامؑ — چاروں طرف سے وار تھے اور ایک تشنہ کام
تیغ و سنان و تیر تھے اور خنجر و حسام — (۴۸) — آخر ہوئی تھی ظلم و شقاوت پہ فوجِ شام
آخر فرس سے سرورِ ذیشانؑ گر پڑا — ہا
تپتی زمیں پہ دین کا سلطانؑ گر پڑا

www.emarsiya.com

(۴۹)
پھر تیغ تھی اور حضرتِ شبیرؑ کا گلو
چھایا غبارِ دشتِ مصیبت میں چار سو
بو جنکی تھی پسندِ رسولِ خجستہ خو
سب خوں میں اٹ گئے وہی گیسوئے مشک بو
بیدادِ دیوں کا ظلم کا کب تک بیاں کروں
یہ داغ ہائے سینہ کہاں تک عیاں کروں

(۵۰)
تھرا گیا فلک تو زمیں تھرتھرا گئی
موجوں کے سر پٹکنے کی کوسوں صدا گئی
چشمِ فلک بھی غیظ میں بجلی گرا گئی
رونے کی کائنات میں ہر سو ندا گئی
آہیں لیے سموم کے جھکڑ نکل پڑے
مقتل کی خاک لے کے بگولے اُبل پڑے

(۵۱)
اب ظلم و جور کی نہ رہی کوئی انتہا
کاٹا گیا گلا شہِ عالی مقام کا
سیدؑ کے سر کو کاٹ چکے جب وہ اشقیا
نیزے پہ پھر بلند سرِ شاہؑ کر دیا
آندھی سیاہ دشت و بیاباں میں چل گئی
اک تیز چیخ آسمان کے دل سے نکل گئی

(۵۲)
گودی میں فاطمہؑ کے وہ پالے ہوئے حسینؑ
آغوشِ مصطفٰےؐ کے وہ پالے ہوئے حسینؑ
فیضانِ مرتضیٰؑ کے وہ پالے ہوئے حسینؑ
تطہیر و انما کے وہ پالے ہوئے حسینؑ
گردن پہ اس حسینؑ کے خنجر کی دھار ہو
اے چرخ! تیر تیرے کلیجے کے پار ہو

(۵۳)
بیداد گر یہ ظلم محمدؐ کی آل پر
جور و جفا یہ فاطمہ زہراؑ کے لال پر
کچھ رحم بھی نہ آیا تجھے انکے حال پر
لعنت ہے تیرے ظلم پہ اُف تیری چال پر
جو بوسہ گاہِ احمدِ مختارؐ تھا گلو
تیغِ ستم سے آہ وہی کٹ گیا گلو

www.emarsiya.com

انسانیت کی روح کے پیکر پہ ظلم و جور ۔ صبر و قرارِ زیست کے مظہر پہ ظلم و جور
جانِ علیؑ و روحِ پیمبرؐ پہ ظلم و جور ۔ سلطانِ کربلا شہِ صفدر پہ ظلم و جور (۵۴)
برچھی نہیں لگی تنِ زار و نزار پر
اک ضرب تھی پیمبرؐ عالی وقار پر

تلوار جو حسینؑ کے حلقوم پر چلی ۔ بیداد کی وہ رسم جو مظلوم پر چلی
سیلِ بلا کی دھار جو معصوم پر چلی ۔ آندھی غموں کی جو دلِ مغموم پر چلی (۵۵)
دراصل وہ یزید کے مقسوم پر چلی
اسکی امید و خواہشِ موہوم پر چلی

صد آفریں ہے آل و عیالِ حسینؑ پر ۔ صدقے زنان و خورد و رجالِ حسینؑ پر
قربان شانِ عزم و جمالِ حسینؑ پر ۔ یہ صبر ہے دلیل کمالِ حسینؑ پر (۵۶)
یہ مختصر سا قافلہ کیا کام کر گیا
مستقبلِ حیات خوش انجام کر گیا

اس ابتلا میں فاتح و منصور ہیں حسینؑ ۔ صبر و قرارِ ملت مشکور ہیں حسینؑ
یکتائے دہر خلق میں مشہور ہیں حسینؑ ۔ ظالم سیاہ رو ہوا پُر نور ہیں حسینؑ (۵۷)
رفعت حسینؑ کی سرِ افلاک ہو گئی
ظالم کی ہست و بود تہہِ خاک ہو گئی

بس اے نصیر تذکرۂ غم ہوا تمام ۔ وردِ زبانِ خلق ہے شاہِ ہدا کا نام
دل میں مگر تو بس ہے یہی آرزو مدام ۔ گذریں دیارِ شاہ میں اپنے بھی صبح و شام (۵۸)
مر جاؤں گر لحد تہہِ خاکِ شفا ملے
عاصی کو زیرِ دامنِ مولا جگہ ملے